سوال نمبر 2(الف)(i) **بزرگ کے لیے آزمائش:**
آخری سیڑھی اور اس کے کمرے کے درمیان کم و بیش دس گز کا فاصلہ حائل تھا۔ اور یہ فاصلہ اُس کے لیے ایک بڑی آزمائش کا مرحلہ بن جاتا تھا۔ کیونکہ وہ بزرگ تھے۔ اُن میں زیادہ فاصلہ طے کرنے کی سکت نہ تھی۔

سوال نمبر 2(الف)(ii) **کمرے کا دروازہ بند دیکھ کر اطمینان:**
کمرے کا دروازہ بند ہوتا تھا تو اُسے کسی قدر اطمینان ہو جاتا تھا کہ اس کے پوتے اور پوتیوں کے حملے سے اس کا کمرہ محفوظ ہے۔ کیونکہ اس کے پوتے اور پوتیاں شرارتی تھے اور اُس کے کمرے میں گند مچا دیتے تھے۔

سوال نمبر 2(الف)(iii) **بزرگ کی پریشانی:** جب بزرگ کے کمرے کے دروازے کے دونوں پٹ کھلے ہوتے تھے تو وہ پریشان ہو جاتا تھا کیونکہ اُسے یقین ہوتا تھا کہ اُس کے پوتے اور پوتیوں نے اُس کے کمرے میں گند کر دیا ہوگا۔

سوال نمبر 2 (الف) (iv) **پریشانی کی کیفیت:** مصنف نے بیان کیا ہے کہ پریشانی کی وجہ سے اُس کی پیشانی شکن آلود ہو جاتی تھی اور چہرے کی جھوڑیاں زیادہ نمایاں ہو کر اس کی کرب انگیز دلی کیفیت کا اظہار کرنے لگتی تھیں۔

سوال نمبر 2 (الف) (v) **کمرے کی تباہی:** ایک دن محمود اور اُس کی دونوں بہنوں نے معمول سے زیادہ تباہی مچادی تھی۔ پلنگ کی چادر جسے اُس کی بہنوں نے صرف ایک روز پہلے بدلا تھا، اس پر جا بجا مکھیاں بھنبھنا رہی تھیں۔

سوال نمبر 2 (الف) (vi) **مکھیاں بھنبھنانا:** بزرگ کے پلنگ پر جا بجا مکھیاں بھنبھنا رہی تھیں۔

وجہ: کیونکہ بزرگ کے پوتے اور پوتیوں نے اُس پلنگ پر بیٹھ کر کوئی میٹھی چیز کھائی تھی اور گرائی زیادہ تھی۔

سوال نمبر 2(الف)(vii) **دروازے کے پٹ کھلے ہونا:** بزرگ کے کمرے کے دروازے کے پٹ کھلے ہونا اس بات کی علامت تھی کہ اُس کے پودے اور پودیاں اُس کے کمرے میں کِلکاریاں مارتے ہوں گے اور تباہی مچادی ہوگی۔ اور ہر چیز بکھری ہوئی ہوگی۔

.....

سوال نمبر 2(الف)(viii) **مرکزی خیال:** اس عبارت کا مرکزی خیال یہ ہے کہ ایک بزرگ کو صفائی پسند تھی مگر اُس کے پودے اور پودیاں کمرے میں جا کر تباہی مچادیتے تھے اور میٹھی چیز پلنگ پر گرا تے جس سے بزرگ پریشان اور غصّہ ہوتا تھا۔

.....

سوال نمبر 2(ب) (i) **اللہ کی شان:** پہلے شعر میں شاعر نے اللہ کی شان بیان کرتے ہوئے کہا ہے کہ انسان اکیلا ہو یا کسی محفل میں ہر جگہ اللہ کی ذات موجود ہوتی ہے۔ کہیں خدا کی ذات نمایاں تو کہیں چھپی ہوئی ہوتی ہے۔ یعنی اللہ ہر جگہ موجود ہے۔

سوال نمبر 2(ب) (ii) **غبارِ راہِ طیبہ کی اہمیت:** شاعر کے نزدیک غبارِ راہِ طیبہ یعنی مدینہ کی گلیوں کی مٹی بہت شان والی اور عظیم مٹی ہے جو کہ شاعر کے نزدیک ایک سرمہ ہے۔ سرمہ دراصل بینائی تیز کرنے کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ اور غبارِ راہِ طیبہ کی اہمیت اسی طرح کی ہے۔ یعنی غبارِ راہِ طیبہ، سرمہ چشمِ بصیرت ہے۔ اور اس کی اہمیت بہت زیادہ ہے۔

سوال نمبر 2(ب) (iii) **عشق:** شاعر نے عشق کے بارے میں اپنے محبوب سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا ہے کہ اے محبوب جب تم عشق کرو گے اور اس میں گستاخی کا سامنا کرنا پڑے گا تو وہ گستاخی تمہیں سب کچھ سکھا دے گی۔ پھر تم فراق نہیں کرو گے۔ ابھی تمہیں عشق فراق لگتا ہے۔

سوال نمبر 2(ب) (iv) **حالِ دل:** شاعر حالِ دل لکھنے سے اس لیے قاصر ہے کیونکہ عشق کے زخم کھا کھا کر اب اُسے دل میں تکلیف ہو رہی ہے۔ اور جب انسان کو کہیں تکلیف ہوتی ہے تو وہ اُس جگہ پر ہاتھ رکھ لیتا ہے۔ بالکل اسی طرح شاعر نے بھی دل پر ہاتھ رکھا ہوا ہے جو الگ نہیں ہو سکتا اس لیے وہ حالِ دل اپنے محبوب کو نہیں لکھ سکتا۔ کیونکہ لکھنے کے لیے ہاتھ کا استعمال ہوتا ہے۔

.....

سوال نمبر 2(ب) (v) **موازنہ:** شاعر نے نوجوانوں اور اسلاف کا موازنہ کرتے ہوئے کہا ہے کہ نوجوان اپنے بزرگوں کی طرح نہیں ہو سکتے کیونکہ نوجوان صرف باتیں کرتے ہیں جب کہ اسلاف عمل کر کے دکھاتے تھے۔ اپنا کردار ادا کرتے تھے اور نوجوان صرف ایک ہی جگہ رُکے ہوئے ہیں۔ آگے قدم نہیں بڑھاتے لیکن اُن کے اسلاف تو ایک ستارہ کی طرح تھے جو گردش کرتے تھے اور آگے بڑھتے تھے۔

.....

سوال نمبر 2(ج) (i)

کنایہ: کنایہ کے لغوی معنی "چھپی ہوئی" یا "پوشیدہ بات" کے ہیں۔ جب کوئی حقیقی کی بجائے مجازی معنوں میں اس طرح استعمال ہو کہ اس کے حقیقی معنی بھی مراد لیے جا سکتے ہوں تو اسے کنایہ کہتے ہیں۔

1. شعری مثال:
؎ چراغِ دل کو سنبھال کے رکھنا اے پیارے
اِن آنکھوں سے موتی گر نہ جائیں

2. جملہ مثال:
"اُسے کالے نے کاٹا" سے مراد "اسے سانپ نے کاٹا"

سوال نمبر 2(ج) (ii)

ترکیبِ نحوی:
سلیم ← فاعل
کتاب ← مفعول
پڑھ رہا ہے ← فعل

یہ جملہ "**جملہ فعلیہ**" کی مثال ہے۔

جملہ فعلیہ میں عمل ظاہر کیا جاتا ہے اور اس میں ماضی، حال یا مستقبل میں سے ایک زمانہ پایا جاتا ہے۔

سوال نمبر 2(ج) (iii) **مجازِ مرسل:** جب کوئی لفظ حقیقی کی بجائے مجازی معنوں میں اس طرح استعمال ہو کہ اُس کے حقیقی اور مجازی معنوں میں تشبیہ کے علاوہ کوئی تعلق ہو تو اسے مجازِ مرسل کہتے ہیں۔

مثال: اکرم نے بوتل پی۔

صورتیں: اس کی درج ذیل صورتیں ہیں۔

1- جز کہہ کر کُل مراد لینا
2- کُل کہہ کر جز مراد لینا
3- ظرف کہہ کر مظروف مراد لینا
4- مظروف کہہ کر ظرف مراد لینا (درج بالا مثال)

سوال نمبر 2(ج) (iv) **ذو معنی الفاظ:** وہ الفاظ جو دو یا دو سے زائد معنی میں استعمال ہوں، ذو معنی الفاظ کہلاتے ہیں۔

مثال: عرض

1- عرض یعنی گزارش
(آپ نے میری عرض نہ سُنی)
2- عرض یعنی چوڑائی
(اس کپڑے کا عرض کتنا ہے؟)

سوال نمبر 3 (صفحہ نمبر 1)

یہ عبارت سبق "مرا گاؤں" سے اخذ کی گئی ہے جس کے مصنف کا نام "غلام الثقلین نقوی" ہے۔ غلام نقوی نے بہت سے اسکیچ اور خاکے لکھے ہیں جن کو پڑھ کر انسان لطف اندوز ہوتا ہے۔ صرف اتنا ہی نہیں بلکہ آپ کے لکھے گئے کام بہت مقامیں کو لوگوں نے بہت پسند کیا اور آپ ایک نامور مصنف کی حیثیت رکھتے ہیں۔

اس عبارت میں غلام نقوی نے انتہائی خوبصورت انداز میں ایک گاؤں کے بارے میں ذکر کیا ہے۔ ایک سرسبز و شاداب گاؤں میں رہنے والا ایک شخص کہانی بیان کرتا ہے کہ وہ اپنے گاؤں سے بہت محبت کرتا ہے اور کچھ ہی دنوں میں اُن کے گاؤں کے چودھری آنا پسند کی شخصیت لا رہے ہیں۔ ایک دن آتا ہے کہ وہ شخصیت گاؤں میں آجاتی ہے اور سب لوگ وہاں اکٹھے ہوتے ہیں۔ اور وہ آدمی دیکھتا ہے کہ اُس کی بچپن کی سہیلی جس کا نام شبھاں ہے وہاں پر آئی ہے۔ اُن دونوں نے کچھ سالوں پہلے مل کر ایک گاڑی خریدی ہوتی ہے جو اُس وقت بہت خوبصورت اور چھوٹی سی تھی۔ اُس گاڑی کا نام اُن دونوں نے مل کر گوری رکھا تھا۔ وہ آدمی شبھاں سے کہتا ہے کہ میرا گوری کو دیکھنے کا بہت من کرتا ہے۔ اور وہ ساتھ میں یہ بھی بتاتا ہے کہ میں ایک لسان کا بیٹا ہوں۔ اس سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ وہ گاؤں میں رہتا ہے اور گاؤں کے لوگوں کو جانوروں سے بہت لگاؤ

سوال نمبر 3 (صفحہ نمبر 2) ہوتا ہے۔ اور وہ آدمی کہتا ہے کہ مجھے دانو بہت اچھے لگتے ہیں۔ اور وہ بتاتا ہے کہ مجھے وہ مجھیا بہت اچھے سے یاد ہے جو بالکل بے داغ ہوا کرتی تھی۔ اور بہت شرارتی بھی کیونکہ وہ سارے محن میں کبھی ادھر تو کبھی اُدھر اچھلتی تھی۔ مزید وہ آدمی کہتا ہے کہ اُس مادہ رنگ سرخ ہوتا تھا اور اُس پر کسی قسم کا کوئی داغ نہ تھا۔ ڈھور ڈنگر تو صرف گاؤں میں ہی دکھائی دیتے ہیں۔

چل اُنشا اپنے گاؤں میں
بیٹھیں گے سُکھ کی چھاؤں میں

وہ گائے اتنی خوبصورت تھی کہ اُسے لگتا تھا کہ جب دو چار سال بیت جائیں گے تو وہ گاؤں کی سب سے زیادہ خوبصورت گائے ہوگی۔ یہ سب باتیں بتانے سے کرنے کے بعد وہ کہتا ہے کہ میں گوری کو دیکھے مزید گاؤں گا لیکن ابھی گام میں مصروف ہوں جس دن چھٹی ہوگی اُس دن چکر لگاؤں گا۔ چوں کہ اُس وقت مغرب آچکی تھی اس لیے بہت سی عورتیں اپنے سروں پر کپڑے میں دانے باندھ کر چکی کی طرف لا رہی تھیں۔ چونکہ وہ مغربی اُس گاؤں کے چودھری لائے تھے اس لیے اُن عورتوں میں سب سے آگے چودھرائن (چودھری کی بیوی) تھی اور باقی تمام عورتیں اُس کے پیچھے تھیں۔ چودھرائن کے سر پر کوئی گٹھڑی نہیں تھی۔ اُس کے بعد چکی کو چلایا گیا اور تمام لوگ یہ دیکھ کر خوش ہوئے اور آخر کار سب نے آٹا پسوانا شروع کر دیا۔

سوال نمبر 4 (صفحہ نمبر 1) یہ بند "علامہ اقبال" کی نظم "خطاب بہ جوانان اسلام" سے لیا گیا ہے۔ علامہ اقبال کو "شاعر مشرق" کہا جاتا ہے۔ آپ نے ایسی شاعری لکھی جس کو پڑھ کر نوجوان سبق حاصل کر سکتے ہیں۔ اقبال کی شاعری دراصل آج کے نوجوانوں کے لیے ایک اہم پیغام ہے۔

اس بند میں بھی علامہ اقبال مسلمان قوم سے مخاطب ہیں اور فرماتے ہیں کہ اے نوجوان نسل! تمہارے آباؤ اجداد نے بڑے بڑے جنہوں نے ایک عظیم اور طاقتور بادشاہ "دارا" کو شکست دے دی تھی اور ایسی شکست دی جس کے اس کا خاندان ایسے پیروں تلے روند دیا۔ نوجوانو! تم تو اُس قوم کے پالے ہوئے ہو تو تم اُن کی طرح کیوں نہیں ہو؟ تم میں کسی کو شکست دینے کی طاقت نہیں ہے۔

کبھی اے نوجوان مسلم تدبر بھی کیا تو نے
وہ کیا گردوں تھا تو جس کا ہے اک ٹوٹا ہوا تارا

شاعر کہتے ہیں کہ ہمارے آباؤ اجداد اور ہم میں زمین آسمان کا فرق ہے۔

ہمارے آباؤ اجداد تو تہذیب بنانے اور سکھانے والے تھے۔ وہ لوگ تو حکومت کرنے تھے۔ اور لوگوں کو آئین سکھاتے تھے۔ اس شعر میں شاعر نے فرد بیان کیا ہے کہ تم وہ قوم جو اونٹ پال کر گزارا کرتی تھی۔ جن میں کسی قسم کا شعور نہ تھا۔ اُن میں بھی شعور پیدا ہوا۔ مسلمان آباؤ اجداد نے ہمیشہ محنت و مشقت سے کام لیا اور ہر طرف حکومت کی۔

سوال نمبر 4 (صفحہ نمبر 2) ہمارے آباؤ اجداد تو تہذیب والے تھے مگر آج کی نوجوان قوم ان تمام خوبیوں سے بہت دور ہے۔ وہ قوم بھی تہذیب والی بن گئی جو صحرائے عرب میں اونٹ یا اپنی ہی مگر آج کی قوم صرف اپنا فساد دیکھتی ہے اور محنت سے کام نہیں کرتی۔

مشقت کی ذلت جنہوں نے اٹھائی
جہاں میں علی اُن کو آخر بڑائی

نیچے شعر میں شاعر کہتے ہیں کہ ہمارے آباؤ اجداد میں جتنے بھی غریب اور مفلس لوگ تھے وہ عزت مند تھے۔ آج کی نوجوان قوم میں عزت نام کی چیز باقی نہیں رہی۔ وہ لوگ جو فاقوں پر بھی کبھی کسی کے آگے ہاتھ نہیں پھیلاتے تھے۔ اس لیے امیر لوگوں کو بھی انہیں کچھ دینے سے ڈر لگتا تھا کیونکہ انہیں معلوم تھا کہ وہ اللہ والے عزت مند لوگ ہیں اس لیے وہ اُن کی عزت کا ڈر سے انہیں کچھ نہ دیتے تھے کہ وہ لوگ برا مانیں گے اور ہمیں معاف نہیں کریں گے۔ مگر آج کی نوجوان نسل تو صرف چوری کی طرف جاتی ہے۔ اور یہ جاہلیت چاہتی ہے کہ ہمیں مشقت نہ کرنی پڑے اور بیٹھے بٹھائے سب کچھ حاصل ہو جائے۔ مگر ایسا ناممکن ہے۔ ہمیں اپنے آباؤ اجداد کی زندگیوں پر عمل کرنا چاہیئے۔

بقولِ شاعر:

نہاں اس گلستاں میں جتنے بڑھے ہیں
ہمیشہ وہ نیچے سے اوپر چڑھے ہیں۔

سوال نمبر 5 (صفحہ نمبر 1)

یہ غزل قافیہ بند "مرزا غالبؔ" کی غزل سے لیا گیا ہے۔ مرزا غالبؔ کی شاعری دنیا بھر میں مشہور ہے اور آپ کی شاعری کو لوگوں نے بہت پسند کیا ہے۔ مرزا غالبؔ ایک نامور شاعر ہیں۔ مرزا غالبؔ کی شاعری میں محبت اور الفت کے آثار دکھائی دیتے ہیں۔

غزل کے پہلے شعر میں شاعر نے انتہائی خوبصورت انداز میں دین اور آج کے لوگوں یا حکومت کے بارے میں بتایا ہے۔ شاعر کہتے ہیں کہ آج ہم اُس دور میں رہتے ہیں جہاں ہر کوئی ایک دوسرے کو اپنے دین کی طرف کھینچنا چاہتا ہے۔ جب میں گناہ کی طرف جاتا ہوں تو وہ کفر ہی ہے جو مجھے اُس طرف بھیجتا کھینچتا ہے لیکن میرا ایمان مجھے پیچھے سے پکڑ کر روک لیتا ہے۔ اس کی مثال ایسے لی جا سکتی ہے کہ جب کوئی انسان بلندی سے چھلانگ لگا کر مرجانا چاہتا ہو تو اُسے کیسے بچائیں گے؟ یقیناً کچھ نہ کچھ ہے۔ بالکل اسی طرح شاعر کہتے ہیں کہ آج کے حکمران اور تہذیب مجھے اپنی طرف کھینچتی ہیں مگر کعبہ میرے پیچھے ہوتا ہے جو مجھے واپس اپنی طرف کھینچ لیتا ہے۔

"اور بے شک دلوں کا چین تو اللہ کے ذکر میں ہی ہے۔"

مگر یہ فلسفہ مجھے آگے کی طرف دھکیلتا ہے۔ یعنی مجھے جانے والا کعبہ میرے پیچھے اور غلط طرف لے جانے والا فلسفہ میرے آگے ہے۔ اور میرا ایمان میرے ساتھ ہے اس لیے وہ مجھے روک لیتا ہے ورنہ کفر تو مجھے غلط راہوں پر لے جاتا ہے

سوال نمبر 5 (صفحہ نمبر 2)

دوسرے شعر میں شاعر اپنی طاقت جسمانی طاقت ختم ہو جانے مگر پھر بھی اُمید کھونے کے بارے میں ذکر کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ کمزوری کی وجہ سے اب میری بائیں میرا ساتھ نہیں دیتے۔ ان میں اب طاقت نہیں رہی اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شاید اب یہ میرا ساتھ نہیں دیں گے۔ اس لیے میں شراب و مینا نہیں لے سکتا۔ کیونکہ اب میں ناتوان ہو چکا ہوں۔

پھر شاعر فرماتے ہیں کہ بے شک میرے بائیں میں طاقت نہیں ہے مگر میری آنکھوں میں ابھی بھی دم اور طاقت موجود ہے۔ اس لیے میں بائیں سے تو نہیں مگر آنکھوں سے ضرور کام لے سکتا ہوں۔ اس لیے میرے سامنے جو یہ شراب پڑی ہے۔ اسے اُٹھایا نہ جائے

؎ وقت اچھا بھی آئے گا ناصر
غم نہ کر زندگی پڑی ہے ابھی

شاعر اپنی طاقت کھو چکے ہیں مگر پھر بھی اس میں ایک اُمید کی کرن باقی ہے جو اُنھیں کے نزدیک اُن کی آنکھ ہے جس وہ ابھی بھی دنیا کو نظر لے سکتے ہیں۔ اور ساغر و مینا کو دیکھ کر ہی اطمینان رکھ سکتے ہیں۔

شاعر کے نزدیک بائیں میں طاقت نہ ہونا ضروری نہیں ہے کیونکہ اُن کے پاس اُن کی آنکھیں ابھی بھی موجود ہیں۔

؎ عشق نے غالبؔ نکما کر دیا
ورنہ ہم بھی آدمی تھے کام کے

سوال نمبر 6 (صفحہ نمبر 1)

چچا کے نام عیدِ قربان اپنے گھر آ کر منانے کی دعوت کا خط:

افتخار کالونی
ا - ب - ج
19 اپریل 2026ء

محترم چچا جان!

السلام علیکم۔

امید ہے آپ خیریت سے ہوں گے۔ اور گھر میں بھی سب خیریت ہوں گے۔ ہم سب بھی یہاں بالکل ٹھیک ہیں۔ میں نے سنا ہے کہ عید قربان کی خوشیاں ہیں اس لیے آپ کو خط لکھا جائے۔ محترم چچا جان ہم آپ کو بہت یاد کرتے ہیں اور ہم یہ چاہتے ہیں کہ آپ اس دفعہ عید قربان ہماری طرف آ کر گزاریں۔ میں جانتی ہوں کہ آپ بہت مصروف ہیں اور آپ کے لیے یہاں آنا بھی مشکل ہے۔ لیکن کچھ وقت اپنی مصروف زندگی سے ہمارے لیے بھی نکالیے اور ہمارے ساتھ وقت گزاریے۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ ایک بہت بابرکت دن ہے اور ایک اچھا موقع بھی جس پر ہم اکٹھے ہو کر اچھا وقت گزار سکتے ہیں۔ ہم سب مل کر اپنے اپنے جانوروں کی

سوال نمبر 6 (صفحہ نمبر 2)

قربانی کریں گے۔ اور قربانی کا گوشت فقراء میں تقسیم کر کے ثواب حاصل کریں گے۔ مجھے بہن اور بھائی بھی بہت چاہیے ہیں کہ آپ اور آپ کے گھر والے سب ہمارے گھر آئیں۔ اور اُس وقت کو ایک یادگار وقت بنایا جائے۔ میں نے سوچا ہے کہ ہم بیچ سوہڑے جانور کی قربانی مل کر کریں گے اور اُس کا گوشت تقسیم کریں گے۔ پھر عید کے دوسرے دن پارک جائیں گے اور سب مل کر گھومیں گے۔

اس طرح آپ بھی اپنی مصروف زندگی سے باہر نکلیں گے اور ہم بھی آپ کے ساتھ اچھا وقت گزار سکیں گے۔

میں آپ کے جواب کی منتظر رہوں گی۔ بجی جان کو سلام اور چھوٹے بچوں کو پیار۔

والسلام

آپ کی بھتیجی

ع۔ ی۔ ب

سوال نمبر 7 (صفحہ نمبر 1)

مضمون: والدین کی اطاعت:

والدین یعنی ماں، باپ - یہ وہ ہستی ہیں جن کا احسان ہم چکا بھی نہیں سکتے۔ والدین کا مقام بہت افضل ہے۔ اتنا افضل کہ وہاں تک ہماری سوچ بھی نہیں پہنچ سکتی۔ والدین کا مقام بہت عظیم ہے کیونکہ یہ وہ ہستی ہیں جو خود تکلیف برداشت کر لیتے ہیں مگر اپنی اولاد کو تکلیف سے ہر ممکن طور پر بچاتے ہیں۔ خود بھوکے رہ سکتے ہیں مگر اولاد کو کھانا کھلا کے ہی سلاتے ہیں۔

باپ دن کو دھوپ میں صرف اور صرف اولاد ہی کے لیے کماتا ہے اور ماں ہر وقت بچوں کے کام کرتی رہتی ہے۔ کبھی اُن کے لیے کھانا بناتی ہے تو کبھی اُن کے دیگر کام سرانجام دیتی ہے۔ ان کی اپنی محنت کی بدولت اللہ تعالیٰ نے ان کا مقام بہت اونچا رکھا ہے۔ ماں اپنے بچے کو نو ماہ تک اپنے پیٹ میں اُٹھائے پھرتی ہے اور اُس کو جنم دیتے ہوئے زندگی اور موت کی جنگ لڑتی ہے۔ اس لیے ہی **ماں کے پیروں تلے جنت** رکھی گئی ہے۔ ہمارے ماں باپ کا مقام اسی لیے بہت اونچا اور عظیم ہے۔

قرآن و سنت میں بھی والدین کی بہت عظمت بیان کی گئی ہے۔ قرآن مجید میں ماں کا مقام بیان ہوا ہے جس کا مفہوم ہے:

"میں کے پیروں تلے جنت ہے۔"

اس کے علاوہ قرآن مجید میں اللہ جل کے ارشاد ہوا ہے کہ: **"اگر تمھارے ماں باپ بڑھاپے کو پہنچ جائیں**

سوال نمبر 7 (صفحہ نمبر 2)

تو انہیں اُف تک نہ کہو۔"

اسی طرح آپؐ نے بھی ارشاد فرمایا ہے کہ:

"وہ شخص ذلیل ہو جائے، پھر ذلیل ہو جائے، پھر ذلیل ہو جائے جس نے اپنے والدین کو یا ان میں سے کسی ایک کو بڑھاپے میں پایا مگر پھر بھی جنت میں نہ گیا۔"

ایک دفعہ ایک شخص نے آپؐ سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ کو کون سا عمل سب سے زیادہ پسند ہے تو آپؐ نے فرمایا "وہ نماز جو وقت پر پڑھی جائے۔" اس شخص نے پوچھا: یا رسول اللہؐ اس کے بعد اللہ کو سب سے زیادہ کون سا عمل پسند ہے تو انہوں نے فرمایا: "والدین کے ساتھ حسن سلوک۔"

ایک جگہ پر ارشاد ہوا: "ماں باپ ہی تمہاری جنت ہیں اور وہ ہی تمہاری دوزخ ہیں۔"

ہمیں اپنے والدین کی خدمت کرنی چاہیے۔ کیونکہ ہمارے والدین ہی وہ ہستی ہیں جو ہمارے لئے مشقت کرکے کبھی نہیں تھکتے اور ہم اُن کے احسان کا بدلہ تو نہیں ادا کر سکتے مگر اُن کی خدمت کرکے اُن سے دعائیں حاصل کر سکتے ہیں۔ اور ہماری خدمت ان کے لیے سکون کا باعث ہوتی ہے۔

جب ہم اپنے والدین کی خدمت کرتے ہیں تو اس سے اللہ راضی ہوتا ہے اور والدین کی خدمت میں جنت سے کام آجاتے ہیں۔ جیسا کہ اُن کے کاموں میں اُن کا ہاتھ بٹانا اور اگر اُن کی طبیعت ٹھیک نہ ہو تو اُن کے پاؤں دبانا۔

سوال نمبر 7 (صفحہ نمبر 3) اپنے والدین کے ساتھ اُن کی مدد کرنا۔ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ والدین کی طرف مسکرا کر اور پیار سے دیکھنا ایک حج کے ثواب کے برابر ہوتا ہے۔ ہمیں اپنے والدین کی خدمت میں کوئی کمی نہیں چھوڑنی چاہیے۔

ہمیں اپنے والدین کے لیے ہمیشہ یہ دُعا کرنی چاہیے کہ:

"اے میرے پروردگار! میرے والدین پر رحم فرما جس طرح انہوں نے بچپن میں مجھے شفقت سے پالا۔"

یہ دُعا ہمیں ہر نماز کے بعد اللہ تعالیٰ سے مانگنی چاہیے۔

ہمیں اپنے والدین کی محبت اور اُن کا سایہ ہمیشہ ہمارے سروں پر سلامت رہنے کی دُعا کرنی چاہیے کیونکہ والدین کی وہ نعمت ہیں جو اپنی اولاد کا بھلا چاہتے ہیں اور اُن کو کامیاب دیکھنا چاہتے ہیں۔

ہمیں چاہیے کہ ہم اُٹھتے بیٹھتے اپنے والدین کے لیے دُعا کریں اور اللہ کا شکر ادا کریں۔

اولاد کا فرض بنتا ہے کہ وہ اپنے والدین کا شکریہ ادا کریں اور اُن کے لیے آسانیاں پیدا کریں۔ اولاد کا اہم فرض ہے کہ وہ کوئی ایسی غلط حرکت نہ کریں جس کی وجہ سے اُن کے والدین کو شرمندہ ہونا پڑے۔ اولاد کا ایک اور اہم فرض یہ بھی ہے کہ وہ اپنے والدین کی عزت اور خدمت کریں اور ان کے ساتھ حسنِ سلوک سے پیش آئیں اور بدتمیزی سے دور رہیں۔ اولاد کا فرض ہے کہ جب اُن کے والدین بوڑھے ہو جائیں تو اُنھیں کام نہ کرنے دیں بلکہ اُن کا کام خود کریں اور اُنھیں آرام دیں۔ اللہ اولاد کو اپنا فرض پورا کرنے کی توفیق دے۔